ہفت روزہ

7/16

# خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مد ظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۸ اگست ۱۹۶۱ء

۲۵ پیسے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

# حضورِ سرورِ کونینؐ

(مولانا ظفر علی خاں مرحوم)

رونقِ بزمِ دودۂ آدم صلی اللہ علیہ وسلم
خواجۂ گیہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

جادہ شناسِ منزلِ وحدت جلوہ نمائے نورِ حقیقت
ہادیٔ اکبر مصلحِ اعظم، صلی اللہ علیہ وسلم

خیرِ مثل فضلِ مجسم، صورتِ احساں پیکرِ رحمت
آیۂ لطفِ ربک الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہو گئی اس پر ختمِ رسالت دیتے گئے ہیں جس کی شہادت
موسیٰؑ عمراں، عیسیٰؑ مریمؑ، صلی اللہ علیہ وسلم

خیلِ ملک تھا اس کے جلو میں یعنی قضا کا رخش تھا رو میں
تاکہ جہاں ہو درہم و برہم صلی اللہ علیہ وسلم

کہتے ہیں جس کو سطوتِ کبریٰ تھی وہ اک اس کی مشقِ سراپا
گردنِ ہرقل جس سے ہوئی خم صلی اللہ علیہ وسلم

تیغ و کفن جب باندھ کے نکلے اس کے قشونِ قاہر گھر سے
بچھ گئی یورپ میں صفِ ماتم صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں عرب اس کا اور عجم اس کا تھامے ہوئے ہیں ہم علم اس کا
وہ ہے ہمارا اس کے ہیں سب ہم صلی اللہ علیہ وسلم

وقت پہ دیگا تشنہ لبوں کو ساغرِ کوثر بھی وہی ساقی
جس نے پلایا ہے انہیں زمزم صلی اللہ علیہ وسلم

جیت گئے اسلام کے غازی ہر گئی آخر کفر کی بازی
جھک نہ سکا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی غلامی نے ہمیں بخشا، تاجِ سکندر، فرِّ دارا
کوکبۂ کے، مرتبۂ جم، صلی اللہ علیہ وسلم

اب جب اونچا پایہ ہے اس کا اور ترے سر پر سایہ ہے اس کا
ملتِ بیضا پھر تجھے کیا غم، صلی اللہ علیہ وسلم

عرشِ بریں سے فرشِ زمیں تک فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک
غلغلہ برپا ہے یہ پیہم صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خُدّامُ الدّین لاہور

۲۱ر صفر المظفر ۱۳۸۱ھ
مطابق
۴ر اگست ۱۹۶۱ء

جلد ۷ شمارہ ۱۴

محکمہ تعلیمات اور محکمہ جیل خانہ جات کا منظور شدہ

اس شمارے میں



شرح چندہ
سالانہ ۔ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے فی پرچہ ۲۵ پیسے
فون ۶۷۵۴۵

نوٹ ۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ دیں
چٹ پر سرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونے کی نشانی ہے

اداریہ

# قبحہ خانہ ختم کرنے کی تجویز

## لاہور میونسپلٹی کا مستحسن اقدام

عرصہ سے لاہور کا قبحہ خانہ اٹھائے جانے کی تجویز زیر غور تھی ۔ کبھی کبھی اس کو اٹھانے کی بجائے ہر فاحشہ کا ڈاکٹری معائنہ کرانے کی تجویز ہوئی تاکہ حفظان صحت کے اصولوں کی خلاف ورزی نہ ہو ۔ اور متعدی بیماری نہ پھیلے ۔ ایسی تجاویز در اصل قبحہ خانے کی حمایت میں تھیں ۔ تا کہ بدمعاشوں کو تسلی رہے ۔ کہ اُن کو بیماری نہ لگے گی ۔

کبھی تجویز ہوا کہ اس کو اُٹھا کر کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے ۔

ایک تجویز قبحہ خانہ کو ختم کرنے کے متعلق تھی ۔ جو کسی نہ کسی وجہ سے معرض التواء میں پڑی رہی ۔ مگر اب اس پر عمل کرنے کی آمادگی ظاہر کی گئی ہے اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائیں ۔

ہماری درخواست یہ ہے ۔ کہ چکلے کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھوا دینا کسی شہری یا مقامی ضرورت کے لحاظ سے تو بہتر ہو سکتا ہے ۔ لیکن شرعی نقطۂ نظر سے اس طریقہ سے گناہ کی روک تھام نہیں ہو سکتی زنا اور بدکاری جتنی شہر والوں کے لئے تباہ کن ہے ۔ دیہات والوں کیلئے بھی اتنی ہی تباہ کن ہے ۔ اگر یہ شہر کے ایک حصہ میں مضر ہے ۔ تو دوسرے حصہ میں بھی نفع بخش نہیں ہو سکتا ۔ انگریز کے زمانہ میں بہت سے بڑے شہروں میں عصمت فروشی کے خلاف تحریکیں شروع ہوئیں ۔ اور بفضلہ تعالےٰ کامیاب ہوئیں ۔ چنانچہ آج پشاور اور ایبٹ آباد جیسے شہر اس لعنت سے پاک ہیں ۔ پاکستان تو اپنا ملک ہے ۔ ملکی حکومت ہے ۔ ایک ہی قوم ہے ۔ اسلام کے نام سے بنا ہے ۔ اسلام ہی کو باقی رکھ کر یہ ترقی کر سکتا ہے ۔ اس میں اللہ تبارک و تعالےٰ کے احکام کے کھلم کھلا خلاف ورزی کسی طرح مناسب نہیں ہے ۔ اگر ہم اللہ تبارک و تعالےٰ کی نصرت و مدد حاصل کر کے اپنے ملک کو شاہراہ ترقی پر لے جانا چاہتے ہیں اور یہ سچی تڑپ رکھتے ہیں ۔ کہ ہم اپنے دشمنوں پر غالب آئیں ۔ تو ہمیں اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے لئے اس سے بغاوت کے تمام راستوں کو بند کرنا پڑے گا ۔ اس کو ناراض کر کے اس سے امید رکھنا ٹھیک نہیں ہے ۔ ہم پاکستان میں تجارتی، اقتصادی اور صنعتی ہر لحاظ سے ترقی کے خواہاں ہیں ۔ لیکن چکلوں اور فواحش کے فروغ سے ہمارے کسی دنیوی شعبہ کو ترقی نہیں مل سکتی ۔ مالک الملک کی ناراضگی مول لے کر اپنی عاقبت کو خطرہ میں ڈالنا بہت بری بات ہے

ہمارا یہ بھی فرض ہے ۔ کہ ہم اہل ملک کو ہر وہ مشورہ دیں ۔ جو ہمارے دین و دنیا کے لئے مفید اور ہمیں قعر مذلت سے نکلنے میں ممد و معاون ہو ۔ بنا بریں ہم اسلامی تاریخ کی روشنی میں یہ عرض کرتے ہیں ۔ کہ قوم کو دین کا پابند بنانے اور آخرت کی سرخروئی کے لئے موت سے کھیلنے کا مسلمانوں کو خوگر بنانے کی جتنی کوشش کریں گے اتنا ہی ہمارا ملک اخلاقی اور دفاعی لحاظ سے بلند ہوتا جائے گا ۔ اگر قوم میں سیف و سنان کی جگہ طاؤس و رباب آ جائیں ۔ اور بہادری سے لڑنے مرنے کی عادت کی جگہ ناچنے گانے کا چکر لگ جائے تو وہ قوم کس طرح اقوام عالم سے اپنا لوہا نہیں منوا سکتی اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں حکم دیا ہے ۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (اور ان دشمنوں

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

## خطبہ یوم الجمعہ ۱۴ر صفر المظفر ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۸ر جولائی ۱۹۶۱ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ العالی دروازہ شیرانوالہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

امّا بعد

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ بعزم عمرہ عازم بیت اللہ شریف گئے ہوئے ہیں اُن کے بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا حافظ حمید اللہ صاحب نے حضرت مدظلہٗ کا لکھا ہوا یہ خطبہ پڑھا

نائب مدیر

# باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

مذکور الصدر مضمون کی تائید میں یہ آیت پیش کی جا سکتی ہے۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (سورۃ الحشر پارہ ۲۸ رکوع ۱)

ترجمہ۔ اور جو کچھ تمہیں رسول دے۔ اسے لے لو اور جس سے منع کرے۔ اس سے باز رہو۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزیں عطا فرمائی ہیں

پہلی کتاب اللہ (تعالیٰ) یعنی قرآن مجید دوسری حدیث شریف۔ جو در اصل کتاب اللہ (تعالیٰ) کی شرح ہے۔ بلکہ مزید براں ہے۔ بہر حال ہر مسلمان کو اتباع کتاب اللہ کے ساتھ اتباع حدیث شریف بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی (وما اٰتٰکم) میں اہل علم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ما موصولہ کا لفظ ہے۔ کہ جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو سمجھائیں۔ خواہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم پہنچائیں یا خود فرمائیں۔

## لہذا

تحریر سابق سے ثابت ہوگیا۔ کہ آپ جو کچھ فرمائیں۔ اس کا اتباع لازمی ہے

## تحریر سابق

سے ثابت ہوگیا۔ کہ آپ کے ارشادات بھی من جانب اللہ تعالیٰ ہی القا شدہ ہیں۔ جس ارشاد میں لفظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوں۔ وہ قرآن مجید کہلاتا ہے۔ اور جس ارشاد میں معنی کا القاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ اور الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں۔ وہ حدیث شریف کہلاتی ہے۔

## جب آپ سابقہ تحریر

سے سمجھ چکے ہیں۔ کہ مَآ اٰتٰکُم میں حدیث شریف بھی داخل ہے۔ اس لئے اب اگر حدیث شریف پر عمل نہیں کریں گے تو قرآن مجید کے مخالف ہونے کے باعث مستحق عذاب الٰہی کے ہوں گے وما علینا الا البلاغ۔

## آج تک حدیث شریف کی حفاظت

اسی لئے تو ہوتی آئی ہے۔ کہ حدیث شریف قرآن شریف کی شرح ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔ اسی طرح حدیث شریف کی حفاظت کی ذمہ واری بھی آ جاتی ہے۔ کیونکہ ما کا لفظ قرآن شریف اور حدیث شریف دونوں کو شامل ہے۔

## اور قرآن شریف

کی حفاظت کا ذمہ در اصل اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔

ترجمہ۔ تحقیق ہم نے قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے۔ اور ہم بے شک اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

## اور منکرین

حدیث شریف نے کسی جید محدث سے تو حدیث پڑھی ہی نہیں۔ ان کو یقین کون دلائے۔ اور یہ ان لوگوں کی بدنصیبی ہے۔ اللهم اعذنا منه واعذ جميع المسلمين عن فتنة انكار الحديث

## اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خصوصیت ہے۔ کہ آپ کے ارشادات محفوظ ہیں۔ ورنہ آپ سے پہلے کسی نبی کے ارشادات طیبہ محفوظ نہیں ہیں

## چنانچہ

حدیث شریف سے ثابت ہے۔ کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی کلام میں سے فقط ایک فقرہ محفوظ رہا ہے۔ اور وہ فقرہ (اذا لم تستحي فاصنع ما شئت) ہے۔ جس کا ترجمہ فارسی میں ہے

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ بے حیا ہو جا۔ پھر جو چاہے۔ وہ کر۔

## سابقہ تمہید کے بعد

## ارشادات ہو بہو ملاحظہ ہوں

## پہلی حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ (حضرت) ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی گئی ہے میری امت کے سب آدمی بہشت میں داخل ہوں گے مگر جس نے انکار کیا۔ آپ سے عرض کی گئی اور کس نے انکار کیا۔ آپ نے

فرمایا۔ جس شخص نے میری فرمانبرداری کی۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ پس تحقیق انکار کیا بخاری شریف کی یہ روایت ہے۔

## یعنی

جس شخص نے آپ کے فرمان پر عمل کرنے سے پہلو تہی کی۔ اس نے گویا کہ انکار کیا۔ اللھم اعذنا منه یا ارحم الراحمین۔

## دوسری حدیث شریف

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ کَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰی قَوْمًا فَقَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ وَاِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ فَالنَّجَاءُ النَّجَاءَ فَاَطَاعَہٗ طَائِفَۃٌ مِّنْ قَوْمِہٖ فَاَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰی مَھْلِھِمْ فَنَجَوْا وَکَذَّبَتْ طَائِفَۃٌ مِّنْھُمْ فَاَصْبَحُوْا مَکَانَھُمْ فَصَبَّحَھُمُ الْجَیْشُ فَاَھْلَکَھُمْ وَاجْتَاحَھُمْ فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِہٖ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَکَذَّبَ مَا جِئْتُ بِہٖ مِنَ الْحَقِّ متفق علیه

## دوسری حدیث شریف کا ترجمہ

ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری اور اس چیز کی مثال جس کو مجھے عطا فرما کر اللہ (تعالےٰ) نے بھیجا ہے۔ اس شخص کی سی ہے۔ جو ایک قوم کے پاس آیا ہو۔ اور اس سے کہا ہو۔ کہ اے قوم میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر کو دیکھا ہے۔ اور میں ایک ننگا (بے غرض) ڈرانے والا ہوں۔ پس تم کو چاہئے۔ کہ تم اپنی نجات ڈھونڈو۔ اپنی نجات تلاش کرو۔ پس اس کی قوم کے ایک گروہ نے تو اس کی اطاعت کرلی اور راتوں رات آہستہ آہستہ نکل گئے اور نجات پالی۔ اور ایک جماعت نے اس کی بات نہ مانی۔ اور وہ اپنے گھروں ہی میں رہی۔ صبح کو لشکر نے آکر پکڑ لیا۔ اس کو مار ڈالا۔ اور اس کی نسل کا خاتمہ کر دیا۔ پس یہی کیفیت ہے۔ اس شخص کی۔ جس نے میری اطاعت قبول کی۔ اور جو (احکام) لایا ہوں۔ ان کی پیروی کی۔ اور یہی مثال ہے۔ اس کی جس نے میری نافرمانی کی۔ اور جو حق بات میں لے کر آیا ہوں۔ اس کو نہ مانا۔ (بخاری اور مسلم)

## تیسری حدیث شریف

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعٰی اِلٰی ھُدًی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَۃٍ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِھِمْ شَیْئًا (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی۔ اس کے لئے اجر ہوگا۔ جتنا ان لوگوں کا اجر ہوگا۔ جو اس ہدایت کے پیچھے چلیں گے۔ اور ان لوگوں کے اجروں میں سے بھی کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا۔ اس پر اتنا گناہ ہوگا۔ جتنا ان لوگوں کو ہوگا۔ جو اس کے تابع ہوں گے۔ اور ان کے گناہوں میں سے بھی کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔

(رواہ مسلم)

## چوتھی حدیث شریف

عَنْ رَبِیْعَۃَ الْجُرَشِیِّ قَالَ اُتِیَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقِیْلَ لَہٗ لِتَنَمْ عَیْنُکَ وَلْتَسْمَعْ اُذُنُکَ وَلْیَعْقِلْ قَلْبُکَ قَالَ فَنَامَتْ عَیْنِیْ وَسَمِعَتْ اُذُنَایَ وَعَقَلَ قَلْبِیْ قَالَ فَقِیْلَ لِیْ سَیِّدٌ بَنٰی دَارًا فَصَنَعَ فِیْھَا مَاْدُبَۃً وَاَرْسَلَ دَاعِیًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِیَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَکَلَ مِنَ الْمَاْدُبَۃِ وَرَضِیَ عَنْہُ السَّیِّدُ وَمَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّاعِیَ لَمْ یَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ یَاْکُلْ مِنَ الْمَاْدُبَۃِ وَسَخِطَ عَلَیْہِ السَّیِّدُ قَالَ فَاللّٰہُ السَّیِّدُ وَمُحَمَّدٌ الدَّاعِیْ وَالدَّارُ الْاِسْلَامُ وَالْمَاْدُبَۃُ الْجَنَّۃُ

(رواہ الدارمی)

ترجمہ۔ ربیعہؓ الجرشی سے روایت ہے۔ کہا۔ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ پس آپ کے متعلق کہا گیا۔ البتہ اس کی آنکھیں تو سوتی ہوتی ہیں۔ اور البتہ اس کے کان سنتے ہیں اور البتہ اس کا دل سب باتوں کو سمجھتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر میری آنکھیں تو سو رہی تھیں اور میرے کان سن رہے تھے۔ اور میرا دل سمجھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مثال کے طور پر فرشتوں نے میرے سامنے بیان کیا۔ کہ ایک سردار نے گھر بنایا اور کھانا تیار کیا۔ اور ایک بلانے والے کو بھیجا۔ پس جس شخص نے اس بلانے والے کی دعوت کو قبول کیا۔ وہ گھر میں داخل ہوا اور دستر خوان پر کھانا کھایا۔ اور سردار اس سے خوش ہوا۔ اور جس نے بلانے والے کی بات نہ مانی۔ وہ نہ تو گھر میں داخل ہوا۔ نہ دستر خوان سے کھانا کھایا۔ اور سردار اس پر ناراض ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اس مثال میں سردار سے مراد خدا (تعالےٰ) ہے۔ اور بلانے والے سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں گھر سے مراد اسلام ہے۔ اور دستر خوان سے مراد جنت ہے

(رواہ الدارمی)

## پانچویں حدیث شریف

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ یْکَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ اَلَا یُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْہُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ اَلَا لَا یَحِلُّ لَکُمُ الْحِمَارُ الْاَھْلِیُّ وَلَا کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقَطَۃُ مُعَاھِدٍ اِلَّا اَنْ

# احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

## قرآن پڑھتے رہو

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ کَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَۃِ اِنْ عَاھَدَ عَلَیْھَا اَمْسَکَھَا وَاِنْ اَطْلَقَھَا ذَھَبَتْ ۔ متفق علیہ ۔

## بقیہ خطبہ

یَسْتَغْنِیَ عَنْھَا صَاحِبُھَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَیْھِمْ اَنْ یَقْرُوْہُ فَاِنْ لَّمْ یَقْرُوْہُ فَلَہٗ اَنْ یُّعْقِبَھُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ ۔

(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ ۔ مقدامؓ بن معد یکرب سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ خبردار ۔ مجھے قرآن دیا گیا ہے ۔ اور اس قرآن کی مثل اور چیز بھی (یعنی حدیث شریف) خبردار قریب ہے ۔ ایک پیٹ بھرا شخص اپنے چھپر کھٹ پر پڑا ہوا کہے گا ۔ کہ بس اس قرآن کو لازم جانو بس جو چیز تم قرآن میں حلال پاؤ ۔ اس کو حلال سمجھو ۔ اور جس چیز کو حرام پاؤ ۔ اس کو حرام سمجھو اور واقعہ یہ ہے ۔ کہ جو کچھ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اسی کے مانند ہے ۔ جس کو اللہ (تعالےٰ) نے حرام کیا خبردار ہو ۔ کہ تمہارے لئے اہلی گدھا حرام ہے ۔ اور اسی طرح کونچلی رکھنے والا ہر درندہ ۔ اور حرام ہے ۔ تمہارے معاہد کی گری ہوئی چیز (یعنی اس قوم کی چیز جس سے معاہدہ کیا ہو) مگر وہ گری پڑی چیز حلال ہے ۔ جس کی پرواہ اس کے مالک کو نہ ہو ۔ اور جو شخص کسی قوم کا مہمان بنے ۔ اس قوم پر لازم ہے ۔ کہ اس کی مہمانی کریں ۔ اور اگر وہ مہمانی نہ کرے تو اس شخص کو جائز ہے ۔ کہ وہ مہمانی کے موافق ان سے حاصل کرے ۔ (ابوداؤد) راوی نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے ۔

ترجمہ ۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن پڑھنے والے کا حال اس اونٹ والے کی مانند ہے ۔ جس نے اونٹ کا پاؤں باندھ رکھا ہو ۔ اگر وہ اونٹ کو دیکھتا بھالتا رہے گا ۔ تو اس کو روکے رہیگا اور آزاد چھوڑ دے گا ۔ تو بھاگ جائے گا ۔ اسی طرح قرآن کو پڑھتے رہوگے ۔ تو یاد رہے گا ۔ ورنہ بھلا دیا جائے گا ۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَاھَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَھُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِھَا

(متفق علیہ)

ترجمہ ۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبرگیری کرو ۔ قرآن کی ۔ قسم ہے ۔ اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۔ کہ وہ جلد نکل جاتا ہے ۔ سینہ سے بہ نسبت نکل جانے اونٹ کے اپنی رسی سے یعنی جس طرح اونٹ مالک کی ذرا سی غفلت سے رسی سے نکل بھاگتا ہے ۔ اسی طرح قرآن مجید نہ پڑھنے سے بھلا دیا جاتا ہے ۔

## جب تک دل لگا رہے قرآن پڑھو

عَنْ جُنْدُبٍؓ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَیْہِ قُلُوْبُکُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْہُ (متفق علیہ)

ترجمہ ۔ جندبؓ بن عبداللہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن مجید کو اس وقت تک پڑھو ۔ جب تک اس میں دل لگا رہے ۔ پس جب طبیعت گھبرا جائے ۔ تو اٹھ کھڑے رہو ۔

## خدا نبی کے قرآن کو سنتا ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ متفق علیہ ۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنتا ۔ اللہ تعالےٰ کسی چیز کو (خاص توجہ سے) جس قدر سنتا ہے نبی کی آواز کو جب کہ وہ قرآن پڑھتا ہو ۔ خوش آوازی سے ۔

## قرآن بھول جانے پر وعید

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنِ امْرِئٍ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ یَنْسَاہُ اِلَّا لَقِیَ اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَجْذَمَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِیُّ

ترجمہ ۔ سعد بن عبادہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھے ۔ اور پھر بھول جائے وہ قیامت کے دن خدا تعالےٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا ۔ کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا ۔

## غریب مہاجرین کو خوشخبری

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں غربا مہاجرین کی جماعت یعنی اصحاب صفہ کے درمیان بیٹھا تھا اور حالت یہ تھی) کہ ننگے ہونے کے سبب بعض لوگ بعض کی پردہ داری کر رہے تھے ۔ اور ایک پڑھنے والا ہمارے درمیان قرآن پڑھ رہا تھا یکایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے پاس آکر کھڑے ہوگئے قرآن پڑھنے والا خاموش ہوگیا آپ نے سلام کیا اور پھر پوچھا کیا کر رہے تھے ہم نے عرض کیا خداوند تعالےٰ کی کتاب سُن رہے تھے ۔ آپ نے فرمایا اُس خداوند بزرگ و برتر کو ہر قسم کی تعریف زیبا ہے ۔ جس نے میری امت میں سے ایسے لوگ پیدا کئے ہیں ۔ کہ میں ان کے درمیان اپنے آپ کو بٹھاؤں یعنی ان کے درمیان بیٹھوں راوی کا بیان ہے ۔ کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھ گئے تاکہ اپنی محبوب شخصیت کو ہم لوگوں کے درمیان مساوی قرار دیں پھر آپ نے انگلی کا حلقہ بنا کر کہا کہ اس طرح بیٹھو ۔ چنانچہ ہم نے آپ کے سامنے اس طرح حلقہ باندھ لیا ۔ کہ ہمارے چہرے آپ کے سامنے رہے پھر آپ نے فرمایا ۔ مفلس مہاجرین کے گروہ تم کو خوشخبری ہو ۔ قیامت کے دن کامل نور کی تم جنت میں دولتمندوں سے آدھ دن پہلے داخل ہوگے ۔ اور یہ آدھا دن پانچسو سال کا ہوگا ۔ (ابوداؤد)

# ایمان کو برباد کرنے والے اعمال

مرتبہ: قاضی محمد زاھد الحسینی صاحب

اسلام اور ایمان کا اقرار کر لینے کے بعد اگر مندرجہ ذیل کام کئے جائیں گے تو اس سے ایمان برباد ہو جائیگا اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

پہلا۔ پکے مومنوں کو نادان بے وقوف کہنا۔
قرآن کریم میں ارشاد باری تعالےٰ ہے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ

(سورہ بقرہ ۱۳)

ترجمہ۔ جب ان زبانی اقرار ایمان کرنے والوں سے کہا گیا۔ کہ اس طرح کا ایمان لے آؤ۔ جیسا کہ یہ لوگ (پختہ مسلمان) ایمان لے آئے تو انہوں نے جواب دیا۔ کیا ہم ایسا ایمان لائیں۔ جیسا کہ یہ نادان اور جاہل ایمان والے۔

قرآن کریم نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

بقرہ ۱۶

ترجمہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو خرید لیا۔ پس ان کو ان کی سوداگری نے نفع نہ دیا اور نہ تھے وہ ہدایت والے

دوسرا۔ ایسی بات یا کام کرنا جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ٹپکتی ہو۔ فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ راعنا کا لفظ نہ کہو۔ بلکہ اُنْظُرْنَا کا لفظ کہو۔ اور بات غور سے سنو۔ (تا کہ یہ کہنے کی نوبت نہ آئے) نہیں تو ایمان ضائع ہو جائے گا۔ اور تم کو وہ سزا دی جائے گی۔ جو کافروں کو دی جاتی ہے۔ فرمایا

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

(سورۃ ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

فائدہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مسلمان یہ کلمہ اس لئے عرض کرتے تھے۔ کہ آپ کی بات پوری سمجھ سکیں راعنا کا معنی آپ ہماری رعایت کریں آتا ہے۔ مگر یہودی اس لفظ کو راعن بے وقوف کے معنی میں لے کر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گندہ دہنی کرتے تھے۔ قرآن کریم نے منع فرما دیا۔

تیسرا۔ دین میں حجت بازی کرنا۔
یہ یہودیوں کی عادت تھی۔ کہ صاف حکم پر عمل کرنے کی بجائے غلط سوالات اور اعتراض کرتے تھے
قرآن کریم نے فرمایا۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ

(البقرہ ۱۰۸)

ترجمہ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو۔ کہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے سوالات کرو جیسے اس سے پہلے کہ موسیٰ علیہ السلام کئے گئے

اس حجت بازی کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ تم راہ راست سے بھٹک کر کفر کا شکار ہو جاؤ گے فرمایا۔

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○

بقرہ ۱۰۸

ترجمہ۔ اور جو ایمان کے بدلے کفر لینے کی کوشش کرے گا۔ پس وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

چوتھا۔ اللہ کے نام سے چمک جانا۔ فرمایا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ○

البقرہ ۲۰۶

ترجمہ۔ اور جب اس فسادی کو فساد سے روکتے ہوئے یہ کہا جائے۔ کہ اللہ سے ڈر۔ تو اس کو گناہ پر اس کا غرور ابھار دے۔ پس اس کے لئے جہنم کافی ہے۔ اور یہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

پانچواں۔ صدقہ میں ریا کاری فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

## حج سے واپسی پر ایک حاجی کا خیال

از ساجد حسین شمس ایم۔ اے

مجسم جلوۂ رحمت مدینہ میں عیاں دیکھا
زمین خاک پر یوسف سا ہم نے آسماں دیکھا

زباں کو ہی نہیں یارا بتاؤں کیا کہاں دیکھا
بہارستانِ لافانی کا نورِ بیکراں دیکھا

جہاں کے گلستانوں میں خزاں آئی سدا لیکن
نہیں جس کو خزاں ہم نے حجازی گلستاں دیکھا

تھے یکدل، یک زباں ہر قوم و رنگ و نسل کے انساں
طوافِ کعبہ میں بے فرق یہ ہم نے بے گماں دیکھا

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
البقرہ ۲۶۴

ترجمہ۔ اے ایمان والو! اپنے صدقوں کو احسان جتا کر اور سائل کو تکلیف دے کر ضائع نہ کرو۔ جیسا کہ وہ آدمی ضائع کر دیتا ہے۔ جو صرف لوگوں کے دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہے۔ اس کا ایمان نہ تو اللہ پر ہوتا ہے اور نہ قیامت پر

ان تینوں کاموں (ریاکاری۔ تکلیف دینا۔ احسان جتلانا) سے تمہارا یہ مال بے فائدہ خرچ ہو جائے۔ اور تمہیں کچھ بھی اجر و ثواب نہ ملے گا۔ یعنی مال تو دے دیا۔ مگر احسان جتلا دیا۔ جس سے سوالی کو دلی کوفت اور دکھ پہنچا۔ وہ بھی دل سے ناراض ہوا۔ بجائے دعا دینے کے بد دعا کرتا رہا۔ اور چونکہ نیت اللہ واسطے نہ کی تھی۔ اس لئے ثواب بھی نہ ملا۔ جیسا کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

فرمایا:۔

لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ البقرہ ۲۶۴

ترجمہ۔ نہ قادر ہوں گے وہ کسی بھی چیز پر (نہ دنیاوی نہ اخروی اجر) اور اللہ تعالٰے راہ نہیں دکھاتا۔ کافر قوم کو (جو اللہ تعالٰے کو نہ مانے وہ دین کی بات نہیں سمجھ سکتا)

چھٹا۔ سود کھانا۔" فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ البقرہ ۲۷۸

ترجمہ۔ اے ایمان کے دعویدارو اللہ تعالٰے سے ڈرو۔ اور اب سود کھانا چھوڑ دو۔ اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔

ورنہ اس جرم کو چھوٹا نہ سمجھو۔ یا ایک ہی گناہ نہ سمجھو۔ بلکہ یہ تو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ یعنی سود کھانا اسلام کا مقابلہ کرنا ہے۔ فرمایا۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ البقرہ ۲۷۹

ترجمہ۔ اور اگر تم نے بات نہ مانی تو پھر اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ساتواں۔ کسی معاملے میں گواہ یا محرر کو ضرر دینا۔

جس معاملے میں لکھنے لکھانے کی ضرورت ہو۔ تو اس میں کاتب یا گواہ پر ایسا بوجھ ڈالا جائے۔ جو اس معاملہ میں دیانت داری کے خلاف ہو۔ ارشاد فرمایا۔

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ
(البقرہ ۲۸۲)

ترجمہ۔ اور کاتب اور گواہ کو دکھ نہ دیا جائے۔

اس لئے کہ یہ بڑا فسق اور خداوند قدوس کی نافرمانی ہے۔ فرمایا۔

وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ
(البقرہ ۲۸۲)

ترجمہ۔ اگر تم نے یوں کیا تو یہ بڑی نافرمانی ہے۔

آٹھواں۔ گواہی کو چھپانا۔

جس طرح گواہ کو دکھ دینا، تکلیف دینی فسق اور اللہ تعالٰے کی نافرمانی ہے اسی طرح شہادت کا چھپانا جرم ہے فرمایا۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ (البقرہ ۲۸۳)

ترجمہ۔ اور شہادت کو مت چھپاؤ۔

یعنی مالیات اور حقوق العباد میں جب تم کو شہادت کے لئے بلایا جائے تو بلا حیل و حجت کے پیش ہو کر شہادت ادا کر دو۔ فرمایا۔

وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا
(البقرہ ۲۸۲)

ترجمہ۔ اور گواہ ادائے شہادت کے لئے جب (عدالت میں) بلائے جائیں۔ تو ان کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔

شہادت کا چھپانا کتنا بڑا جرم ہے؟ فرمایا۔

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ
(البقرہ ۲۸۳)

ترجمہ۔ اور جو کوئی شہادت کو چھپائے گا تو (یہ معمولی گناہ نہیں) اس کا دل مجرم ہو گیا۔

نواں۔ یہود و نصارٰی کی اطاعت کرنا۔

قرآن کریم نے یہود و نصارٰی کی اکثریت کو اسلام کا دشمن قرار دیا۔ اور ان کی اس دشمنی کی بنیاد مذہب کو قرار کہ وہ ہمیشہ سے یہی چاہتے۔ کہ تم کو دین اسلام سے نکال کر اپنے دین میں داخل کر دیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ
(البقرہ ۱۲۰)

ترجمہ۔ یہ یہود و نصارٰی آپ سے اس وقت تک خوش نہ ہوں گے۔ جب تک کہ آپ ان کا دین قبول نہ کریں۔

مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تو ان کا داؤ ہرگز نہیں چل سکتا البتہ مسلمانوں کے لئے ان کی یہ خطرناک چال مہلک ثابت ہو سکتی ہے اس لئے فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ○
(آل عمران ۱۰۰)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! اگر تم نے اہل کتاب کے ایک (بڑے) گروہ کی بات مان لی تو ہو سکتا ہے۔ کہ وہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر نہ بنا ڈالیں۔

دسواں۔ کافروں کی اطاعت کرنا۔

اہل کتاب میں تو کچھ لوگ ایسے ہو سکتے ہیں۔ جو مسلمانوں کو دکھ نہ دیں جیسا کہ سورہ آل عمران ہی میں فرمایا۔ لَيْسُوْا سَوَاۗءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ۔ یعنی اہل کتاب میں سے بعض لوگ اللہ تعالٰے کو قیامت کو ماننے والے ہیں۔ مگر کافروں کے متعلق یہ تخصیص نہیں بلکہ مطلقاً ان کی اطاعت سے منع فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓي اَعْقَابِكُمْ

ترجمہ۔ اے ایمان والو اگر تم نے کافروں کی بات مانی تو وہ تم کو تمہاری ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے۔

تو نتیجہ یہ نکلے گا۔

فَتَنْقَلِبُوا خٰسِرِیْنَ (آل عمران)

ترجمہ۔ تم انجام کار نقصان اٹھاؤ گے

### گیارھواں تقدیر خداوندی کا انکار کرنا

تدبیر انتظام جو بھی کیا جائے ہوتا وہی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کو منظور ہوتا ہے۔ اس لئے ایسی بات کرنے سے منع فرمایا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ کَانُوْا غُزًّی لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا۔ (آل عمران)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو۔ جو کافر ہوگئے۔ اور اپنے ان بھائیوں کے بارے میں (جو سفر کی حالت میں مرگئے یا جہاد میں شہید ہوگئے) یہ کہنے لگے کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔

یعنی موت تو اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کس نے کل کیا کرنا ہے۔ اور کس نے کہاں مرنا ہے۔

مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (لقمن ۳۴)

ترجمہ۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مریگا

اس لئے کسی مسافر کی سفر میں موت پر یا جہاد میں جانے والے کی میدان جہاد میں موت پر یہ کہدینا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو نہ مرتے۔ در اصل خداوند تعالےٰ کے فعل اور قدرت پر اعتراض ہے۔ جو ایمان کے مناسب نہیں بلکہ یہ کفر کا کام ہے۔

### بارھواں۔ یتیموں کا مال کھانا۔

یتامیٰ کی حفاظت ضروری ہے۔ ان کے مالوں کی حفاظت بھی لازمی ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا۔

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ (النساء ۲)

ترجمہ۔ ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ اور اس کو معمولی گناہ نہ سمجھو۔ بلکہ فرمایا۔

۴۴

۴۴

اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا ۝ (النساء ۲)

ترجمہ۔ یہ تو بہت بڑا گناہ ہے جس کی سزا ابھی سے شروع ہوکر انجام کار جہنم کے داخلے کا موجب بن جاتی ہے۔ فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝ (النساء ۱۰)

ترجمہ۔ بے شک وہ ظالم لوگ جو یتامیٰ کے مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں۔ اور جلدی جہنم میں داخل ہوںگے۔

### تیرھواں۔ وارثوں کا حق کھا جانا۔

کسی مرنے والے کے وارثوں کو ان کا حق نہ دینا۔ اس میں ردو بدل کر دینا۔ ایمان کے لئے بڑا خطرناک کام ہے۔ فرمایا۔

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (النساء ۱۱)

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم فرماتے ہیں۔ کہ لڑکے کو دو لڑکیوں جتنا ملے۔

اس قانون وراثت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ یہ ایک فرعی یا مالی مسئلہ نہیں بلکہ۔

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ (النساء ۱۳)

یہ اللہ تعالےٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اگر ان کا لحاظ نہ رکھا۔ ان کو توڑ دیا گیا۔ ان میں کمی بیشی کی گئی۔ تو فرمایا۔

۴۴۴

۴۴۴

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۝ (النساء ۱۴)

ترجمہ۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کرے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کی مقرر کردہ حدوں سے بڑھ جائے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کو جہنم کی آگ میں داخل کردے گا۔ جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اس کے لئے ذلیل کرنے والی سزا ہے۔

(باقی دارد)

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب محدث دارالعلوم دیوبند

# اذان

| | |
|---|---|
| رہ گئی رسم اذان روح بلالی نہ رہی | فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی |

قسط دوم

## اذان کے متعلق ضروری مسائل

کانوں میں انگلی رکھ لینا اذان کے وقت مسنون ہے اس سے آواز بلند ہوتی ہے۔ سوراخ کے پاس دو رگیں ہوتی ہیں ان کو دبا لینا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ کانوں کو بالکل بند کرلے۔ مؤذن کے لئے ضروری ہے کہ وقت کی پہچان اور شناخت ہو ورنہ وہ ثواب نہ ملے گا جو حدیث میں آیا ہے۔ مؤذن نیک بخت صالح چھانٹ کر رکھنا چاہیئے۔ بدکار، فاسق کی اذان مکروہ ہے۔ اگر کوئی ایسا مؤذن مل جائے جو اذان کی اجرت نہ لے تو سبحان اللہ بہت ہی اچھا ہے ورنہ خیر یوں کہہ دینا چاہیئے کہ مسجد کی سب خدمتوں پر اس قدر تنخواہ ملے گی مگر اذان پر کچھ نہیں۔ اس کو خدا کے واسطے کہنا۔ بے وضو اگر اذان کہہ دے تو درست ہے مگر اس قدر ثواب نہیں ملتا جتنا باوضو کو ملتا ہے غسل کی حاجت والا اگر اذان کہہ دے تو معتبر نہیں۔ اس کو لوٹانا چاہیئے۔ لڑکا اگر سمجھدار ہوشیار ہو تو اس کی اذان معتبر ہے اگرچہ بالغ نہ ہو۔ اذان کو مسجد میں کہے یا مسجد کے آس پاس کسی ٹیلے یا مکان اور مینارے پر کھڑا ہو کر پکار دے۔

*

*دونوں طرح درست ہے۔ بعض لوگوں میں جو مشہور ہے کہ اذان مسجد کے بائیں جانب ہونا ضروری ہے۔ اور تکبیر داہنی طرف۔ اس کی کچھ اصل نہیں جس طرف کھڑا ہو کر چاہے کہہ دے اختیار ہے ہر طرف جائز اور درست ہے۔ اذان کے درمیان میں اگر بات کرنے لگا تو از سرِ نو دوبارہ کہے اگر غلطی ہو گئی تو غلطی درست کر دے لوٹانا ضروری نہیں۔ عورت نے اگر اذان کہی تو لوٹانا بہتر ہے۔ اگر نہ لوٹائی جائے تو بھی کافی ہے۔ ایک مؤذن دو مسجدوں میں اذان کہے یہ مکروہ ہے۔ ایک مسجد میں دو تین چار مؤذن اذان کہیں تو جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ایک کے بعد دوسرا کہے۔ اور اگر دور دور کھڑے ہو کر ایک ساتھ مل کر کہیں تب بھی جائز ہے۔ تنہا عورتوں کی جماعت (مکروہ تحریمی ہے) نہ چاہئے۔ لیکن اگر کریں بھی تو اذان اور تکبیر کچھ نہ کہیں۔ عورت خواہ تنہا پڑھے یا جماعت سے اس کے لئے اذان و تکبیر مسنون نہیں۔ کوئی اذان وقت سے پہلے جائز نہیں اگر اتفاقیہ ہو جائے تو جب وقت ہو جائے تو لوٹانا چاہئے۔ ایک دفعہ حضرت بلال رضؓ نے رات سے اذان کہہ دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں سو گیا تھا۔ جلدی میں اٹھ کر سمجھا کہ صبح ہو گئی آپ نے فرمایا کہ اچھا پکار کر کہہ دو کہ مجھ سے غفلت ہوئی (ابھی وقت نہیں ہوا) اذان اور تکبیر میں مغرب کے سوا اتنی دیر ہونی چاہئے کہ قضائے حاجت والا فراغت کر کے جماعت میں شریک ہو سکے۔ کھانے والا کھانا تمام کر سکے۔ اگر اتنی دیر نہ ہو سکے تو کم از کم چار رکعت کا فاصلہ کرنا چاہئے۔ البتہ اگر کوئی سخت ضرورت ہو وقت تنگ ہو گیا ہو تو مضائقہ نہیں اذان کے بعد اگر اتفاقیہ کبھی کسی کو دوبارہ اطلاع کر کے بلا لیں تو جائز ہے مگر ہمیشہ کے لئے اس کی عادت مقرر کر لینا ٹھیک نہیں۔ ہاں اگر کوئی قاضی مفتی اسلامی حاکم ہر وقت مسلمانوں کے کام میں مصروف ہے اس کو ہمیشہ جماعت کی اطلاع دینا درست ہے۔ نابینا کو مؤذن مقرر کرنا جائز ہے جبکہ اس کو کوئی وقت بتلانے والا موجود ہو۔

جس مسجد میں اذان ہو گئی ہو وہاں سے بغیر نماز پڑھے چلا جانا سخت مکروہ ہے البتہ اگر تھوڑی دیر کا کام ہے اسے کر کے واپس آ کر جماعت میں شریک ہونے کا ارادہ رکھتا ہے نکلنا مکروہ نہیں۔ جو شخص دوسری مسجد کا مؤذن یا امام ہے اس کو بھی جائز ہے کہ یہاں سے نکل کر اپنی مسجد میں چلا جاوے۔ جو شخص نہ مؤذن ہے نہ امام لیکن اس کی وجہ سے نماز اور جماعت کا انتظام درست رہتا ہے اور موجود نہ ہونے سے بدانتظامی ہو جاتی ہے اس کو بھی جائز ہے کہ اذان کے بعد دوسری مسجد سے نکل آوے اور اپنی مسجد میں آ کر نماز ادا کرے۔ مؤذن کو مسجد کی خدمت کے بدلے میں قربانی کا چمڑا یا صدقہ فطر کا غلہ دینا ہرگز جائز نہیں۔

## اقامتہ (یعنی تکبیر) کا بیان اور ضروری مسائل

بہتر یہ ہے کہ جس نے اذان کہی وہی تکبیر کہے۔ لیکن اگر اس کو رنج نہ ہوتا ہو تو دوسرے کا کہنا بھی بلا کراہت درست ہے۔ اور اگر اس کو رنج ہوتا ہو دوسرے کا کہنا مکروہ ہے۔ تکبیر ان نمازیوں کو بلانے کے واسطے ہے جو مسجد میں موجود ہیں۔ پس اتنی بلند آواز سے کہنا چاہئے کہ سب جمع ہو جائیں۔ تکبیر کا جواب بھی اسی طرح ہے جس طرح اذان کا۔ لیکن قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے جواب میں اَقَامَهَا وَ اَدَامَهَا کہنا چاہئے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ سن کر امام کو نماز شروع کر دینا چاہئے اور اگر پوری تکبیر ختم ہونے کے بعد شروع کرے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ تم اس وقت اللہ اکبر کہو جب کہ امام نے کہہ لیا ہو۔ امام سے پہلے ہرگز مت کہو۔ اور نہ اس کے ساتھ ساتھ۔ اگر کسی مقتدی کو بھی تکبیر نہ آتی ہو۔ تو نمازیوں کے برابر کھڑا ہو کر امام خود ہی تکبیر کہہ لے۔ اور جب قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ پر پہنچے تو آگے بڑھ جائے اگر تم نماز فرض اپنے مکان پر یا مسجد میں ادا کر چکے ہو اور پھر کسی کام کو مسجد میں گئے وہاں تکبیر ہو کر نماز ہونے لگے تو تم کو چلا آنا مناسب نہیں بلکہ نفل کی نیت کر کے جماعت میں شریک ہو جاؤ لیکن فجر یا عصر یا مغرب میں ایسا اتفاق ہو تو شریک نہ ہونا چاہئے یہ حکم صرف ظہر و عشاء کا ہے۔ تم نماز کسی مسجد میں پڑھا کرتے ہو۔ لیکن اور کسی ضرورت سے کسی دوسری مسجد میں گئے تھے وہاں جماعت ہونے لگی اور تکبیر ہو گئی تو آج وہیں پڑھ لو یہ نہیں کہ اس جماعت کو چھوڑ کر اپنی مسجد میں چلے جاؤ۔ وہاں اگر تم امام یا مؤذن و منتظم ہو تو آنے میں ہرج نہیں۔ جب تکبیر ہو جائے تو سنت پڑھنا شروع مت کرو فرض میں شریک ہو جاؤ لیکن خاص صبح کی نماز میں تکبیر ہو لینے اور نماز شروع ہو جانے کے بعد بھی سنت پڑھ لو۔ اگر امام بڑی بڑی سورتیں پڑھتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ سنت پڑھ کر کم از کم ایک رکعت تو ضرور ہی مل جائے گی مگر خوب یاد رکھنا چاہئے کہ جماعت کے برابر یا اُسی کے پیچھے کھڑے ہو کر سنتوں کو پڑھنا سخت مکروہ ہے۔ کہیں ایک طرف علیحدہ کھڑے ہو کر پڑھو اگر ایسا موقع نہ ملے تو چھوڑ دو فرض میں شریک ہو جاؤ۔ اگر یہ خوف ہو کہ سنت پڑھنے سے جماعت بالکل چھوٹ جائے گی تو سنت نہ پڑھو جماعت میں داخل ہو جائے۔

## اذان سے متعلق ایک واقعہ

مدینہ منورہ میں تشریف لے جانے کے آٹھ سال بعد ایک دفعہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ ایک منزل پر جنگل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ نماز کے وقت مؤذن نے اذان کہی۔ قریب کے گاؤں میں کافروں کے لڑکے جو لشکر کا تماشہ دیکھنے آ گئے تھے دلی عداوت اور لڑکپن کی حماقت سے اذان کی

نقلیں اتارنے اور شور مچانے لگے۔ آپ نے کئی آدمی بھیجے کہ ان سب کو پکڑ لاؤ۔ انہوں نے سب کو لا کر آپ کے سامنے بٹھلا دیا آپ نے فرمایا کہ بتلاؤ کون چلّا رہا تھا۔ سب نے ایک لڑکے کی طرف جس کو ابو محذورہ کہتے تھے اشارہ کر کے کہا کہ یہ تھے۔ لڑکوں نے بات واقعی کہی تھی۔ آپ نے سب کو چھوڑ دیا اور ابو محذورہ کو ٹھہرا لیا۔ اور کہا کہ کھڑے ہو کر اسی طرح اذان پکارو۔ جس طرح نقلیں اتار رہے تھے۔ ابو محذورہ کو آپ کے پاس ٹھہرنا اور اذان کہنا بہت ناگوار تھا۔ مگر مجبوراً کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا حضرت مجھے تو یاد نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کہو اَللّٰهُ اَكْبَرُ تو ابو محذورہ نے خوب پکار کر بلند آواز سے کہا۔ کیونکہ عرب کے کافر اگرچہ بہت سے بتوں کی پرستش کرتے تھے مگر خدائے تعالیٰ کو سب سے بڑا جانتے تھے۔ مگر جب اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ آپ نے بتلایا تو ابو محذورہ نے بہت پست آواز سے صرف آپ کے خوف سے کہہ دیا۔ کیونکہ یہ بات ان کے اعتقاد کے خلاف تھی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ نے دھمکا کر فرمایا کہ بلند آواز سے کہو مجبوراً بلند آواز سے کہنا پڑا۔ اسی طرح اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو آہستہ سے کہنے لگے اس لئے کہ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ نہ مانتے تھے۔ اسی لئے آپ کے سخت مخالف اور دشمن تھے۔ آپ نے پھر ڈانٹا تو انہوں نے اس کو بھی جبراً قہراً بلند آواز سے کہا۔ اور آخر تک آپ کی تعلیم کے موافق اذان تمام کی (اس اذان کی کچھ ایسی برکت ہوئی کہ ان کے دل میں ایمان اتر گیا) پھر آپ نے اپنا دست مبارک ان کی پیشانی اور پیٹ پر ناف تک پھیرا اور دعا پڑھی۔ اس کا ایسا مبارک اثر ہوا کہ پورا ایمان نصیب ہو گیا۔ اور جو کچھ کراہت اور برائی اسلام کی طرف سے دل میں تھی۔ سب کافور ہو گئی۔ اور ان کو مکہ معظمہ کا مؤذن مقرر فرما دیا۔ چنانچہ یہ آپ کے ارشاد کے موافق مکہ میں جا کر تمام عمر اذان کہتے رہے۔ سبحان اللہ کیا برکت ہے اذان کی۔ اور کیا پاک اور متبرک اثر تھا صحبت با برکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

## رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنوں کا ذکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار مؤذن تھے۔ ایک حضرت بلالؓ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کے خاص مؤذن تھے۔ آپ نبوت کے شروع زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے۔ کسی کے غلام تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر ان کو آزاد کر دیا تھا۔ مکہ میں سب سے پہلے اپنے اسلام کو انہوں نے ظاہر کیا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دمشق جا رہے تھے کہ ۶۳ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں وفات پائی۔ دوسرے مؤذن مدینے کے ابن ام مکتوم تھے جن کا نام عمر تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد بھائی تھے آپ نابینا تھے۔ حضرت بلالؓ کے ساتھ آپ کی باری مقرر رہتی تھی کبھی وہ رات کی اذان کہتے یہ دن کو کہتے۔ کبھی یہ رات کو وہ دن کو۔ جنگ قادسیہ میں شہادت پائی۔ تیسرے مؤذن ابو محذورہ تھے۔ جن کے اسلام کا حال ابھی گذر چکا ہے نام اُن کا سمرہ یا اوس تھا۔ نہایت ہی خوش آواز تھے جس وقت سے آپ نے مکہ معظمہ میں مؤذن مقرر فرما دیا تھا۔ ہمیشہ وہیں رہے اور اذان کہتے رہے۔ ۵۹ھ میں وہیں وفات پائی۔ پھر ان کی اولاد میں سے مؤذن مقرر ہوتے رہے۔ چوتھے مؤذن سعد القرظ تھے جو مسجد قبا میں آپ کے حکم سے کبھی کبھی اذان پکارتے۔ حجاج بن یوسف کے زمانہ ۷۴ھ تک زندہ رہے۔ قبا ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے تین میل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر شنبہ کے روز وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور کبھی اور دن بھی۔ قبا کی مسجد کے نمازیوں کی قرآن مجید میں تعریف آئی ہے کہ بڑے پاک صاف لوگ ہیں۔

## مسائل ضروریہ

مسافر جب سفر میں نماز پڑھے تو اذان و تکبیر کہہ لے اگرچہ تنہا ہو اذان کی برکت سے فرشتے آ کر اس کے شریک ہو جائیں گے۔ اگر اذان و تکبیر دونوں نہ کہے اور صرف تکبیر کہہ لے تب بھی جائز ہے۔

**مسئلہ۔** اگر کسی کی دس نمازیں قضا ہو گئیں ان سب کو اگر چاہے تو ایک وقت میں ادا کر سکتا ہے۔ مثلاً ظہر کے وقت فرصت ملی تو اسی وقت سب نمازیں ادا کر سکتا ہے۔ مگر ہاں ترتیب سے ادا کرے یعنی پہلے فجر کی اس کے بعد ظہر، عصر، مغرب، عشا۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ عشاء کی نماز عشاء ہی کے وقت قضا کرے یا ظہر کی ظہر کے وقت کرے بلکہ جب چاہے ادا کر سکتا ہے۔ پس جو شخص دس پانچ نمازیں ایک وقت میں ادا کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ ان میں سے صرف ایک کے لئے اذان کہہ لے جس کو اول پڑھتا ہے۔

**مسئلہ۔** اگر مسجد کے تمام نمازیوں کی نماز قضا ہو گئی یا سفر میں تھے۔ اور سارے قافلہ کی نماز قضا ہو گئی تو اذان تکبیر کہہ کر اس کو جماعت سے ادا کریں۔

**مسئلہ۔** اگر تم شہر میں رہتے ہو۔ اور محلہ کی کسی مسجد میں اذان ہوتی ہے۔ تو تم کسی عذر سے گھر میں نماز پڑھتے ہو تو اذان نہ کہو۔ محلہ کی اذان کافی ہے۔ اگر کسی ایسے منحوس گاؤں میں رہتے ہو جہاں اذان پکاری نہیں جاتی تو تم اپنی نماز کے وقت پکار دیا کرو۔ اگر حاکم کی طرف سے اذان پکارنے کی ممانعت ہے تو اس طرح پکارو کہ باہر آواز نہ جائے۔

# صداقت قرآن پاک

> وہ ذکر حسین، رحمت کا امین کہتے ہیں جسے قرآن مبین
> دُنیا کے نئے نغمے سیکھے اور عقبےٰ کا ترانہ بھول گئے؟

از حضرت مولانا غلام مصطفےٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے قرآن پاک کو اولیت حاصل ہے۔ اور یہ وہ معجزہ ہے۔ جو قیامت تک رہیگا کیوں نہ ہو۔ جب کہ نبی امی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے نبی بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں۔ تو لازماً قیامت تک کے لئے ایک ایسے معجزہ کا ہونا بھی ضروری تھا۔ جو ہر وقت دلیل قاطع اور برہان ساطع کا کام دے سکے۔

پیغام اسلام قرآن اور پیغمبر اسلام حضرت محمد عربی فداہ ابی و امی ہیں احکامات اگر قرآن میں ہیں۔ تو حاکم حضور ہی ہیں الفاظ قرآن میں ہیں ہر عمل آنحضرت ہی کی ذات پاک سے ہے اسی تلازم نے قرآن کو لفظی قرآن اور اور حضور کو عملی قرآن سے تعبیر کرنے پر ارباب علم کو مجبور کیا ہے

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے بھی اسی تلازم کے پیش نظر فرمایا۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ بالفاظ دیگر صداقت پیغمبر اسلام کے لئے قرآن ایک قطعی اور مستقل دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی اگر حضور کی صداقت پر دیگر دلائل انفسی و خارجی پر توجہ نہ بھی کی جائے۔ تو بھی قرآن ایک ایسا برہان ہے۔ جس سے پیغمبر اسلام کی صداقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔

کیوں؟ اس لئے کہ قرآن نے جو کہا ہے۔ سچ کہا ہے۔ اس لئے نہیں کہ ہم قرآن کو سچی اور آخری کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ قرآن پاک کے دلائل انفسی اور شواہد ذاتیہ کو اگر آپ بنظر غائر بلاحظہ فرمائیں گے۔ تو یہ سب حقیقتیں واضح طور پر نظر آنے لگیں گی۔ چنانچہ صداقت قرآن پر محض ایک ہی اعتبار سے چند شواہد ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔ شاید کسی کے راہ پانے سے میری عاقبت سنور جائے۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

۱۔ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ

(پ ۲۶ سورۃ الفتح رکوع ۴)

ترجمہ۔ کہ تم داخل ہوکر رہوگے مسجد حرام (کعبہ) میں اگر اللہ نے چاہا۔ آرام سے بال مونڈتے ہوئے اپنے سروں کے اور کتراتے ہوئے بے کھٹکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ ہم امن سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اتفاق سے اسی سال عمرہ کی تیاری ہوئی کم و بیش پندرہ سو صحابہؓ بھی ساتھ چل دئے حدیبیہ میں کفار آڑے آئے۔ تو چند شرائط پر صلح فرما کر حضور واپس تشریف لائے۔ یہ واقعہ ۶ھ کا ہے۔ احباب نے عرض کیا۔ کیا آپ کا خواب سچا نہیں تھا۔ ارشاد ہوا بلاشک سچا ہے۔ پر میں نے یہ تو نہیں کہا تھا۔ کہ ضرور اسی سال ہی جائیں گے اور خواب کی تعبیر سچی ہوگی۔ اسی لئے آیت بالا میں تاکیداً فرمایا کہ حضور کا خواب ضرور سچا ہوکر رہے گا۔ چنانچہ اگلے سال ذیقعد ۷ھ میں امن اور اطمینان سے حضور اور اصحاب کرام نے عمرہ کیا اور بے کھٹکے مسجد حرام یعنی بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے۔ سو قرآن پاک نے جو ارشاد فرمایا۔ وہ سچا ہوکر رہا۔

۲۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْــــًٔا ۭ

(سورۃ النور آیت ۵۵)

ترجمہ۔ وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔ اور کیئے ہیں۔ انہوں نے نیک کام البتہ بعد کو حاکم کر دیگا ان کو ملک میں۔ جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا۔ ان کے لئے دین ان کا جو پسند کر دیا۔ ان کے واسطے اور دے گا۔ ان کو ان کے ڈر کے بدلے میں امن میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے میرا کسی کو۔

اس آیت میں حضور کے خلفاء کے لئے خوشخبری ہے۔ کہ ان کے دین (اسلام) کو دنیا میں پھیلایا جائے گا۔ اور ان کے لئے امن قائم ہوگا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ مکہ معظمہ بحرین یمن اور حبشہ وغیرہ میں اسلام پھیل چکا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں بصریٰ دمشق اور فارس کے کچھ شہر اسلام کی آغوش میں آچکے تھے۔ اور خلافت فاروقی میں ملک شام مصر اور ایران وغیرہ اسلامی فتوحات میں داخل ہوچکے تھے۔ اور حضرت عثمان کے دور خلافت میں تو جانب مشرق میں چین اور جانب مغرب میں اندلس تک اسلام ہی اسلام نظر آتا تھا۔ حضرت علیؓ کے دور میں اندرونی انتظام کو ترقی دی گئی اور فتنہ خوارج کی بھی سرکوبی کی گئی۔ جس سے ملک میں امن پیدا ہوا۔ غرضیکہ وہ پیش گوئی جو قرآن میں ثبت ہے۔ تیس سال کے قلیل عرصہ میں حرف بحرف پوری ہوئی۔ اور ہر جگہ اسلام

چمکتا ہوا نظر آنے لگا۔ اور مسلمان امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے

۳۔ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ

(سورۃ الفتح پ ۲۶ رکوع ۲)

ترجمہ۔ کہدے پیچھے رہ جانے والے گنواروں سے آئندہ تم کو بلائیں گے۔ ایک قوم پر بڑے سخت لڑنے والے۔ تم ان سے لڑو گے۔ یا وہ مسلمان ہوں گے۔

چند اعراب جو کہ صلح حدیبیہ میں شریک نہیں تھے۔ خیبر کی لڑائی میں شریک ہونا چاہتے تھے۔ لیکن انہیں وہاں جانے سے منع کر دیا گیا۔ اور تنبیہ کی گئی۔ کہ اگر تم واقعی جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہو۔ تو ابھی سخت معرکے ہونے والے ہیں۔ ان میں شریک ہو جانا چنانچہ فتح خیبر کے بعد سخت قوموں سے واقعی حسب الارشاد قرآن پاک جہاد ہوئے جیسا کہ مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ اور حنین میں ہوازن اور ثقیف اور صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں مرتدین سے جہاد ہوتا رہا

۴۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ
وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ
فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ

ترجمہ۔ جب پہنچ چکے مدد اللہ کی اور فیصلہ اور تو دیکھے لوگوں کو داخل ہوتے دین میں فوج فوج

اس آیتہ میں خبر ہے۔ کہ عنقریب جب فتح ہوگی۔ تو لوگ ایک ایک یا دو دو نہیں بلکہ فوج در فوج اسلام میں آئیں گے۔ یہ خبر حرف بحرف سچی نکلی جب کہ مکہ مکرمہ فتح ہوا تو لوگ دھڑا دھڑ مسلمان ہونے لگے۔ کیونکہ اردگرد کے قبائل اسی انتظار میں تھے کہ بیت اللہ پر قبضہ دشمنوں کا نہ ہوگا جیسا کہ اصحاب فیل کا حشر دیکھ چکے تھے۔ سو جب اہل اسلام کا غلبہ ہوا اور بیت اللہ شریف ان کے قبضہ میں آیا۔ تو اردگرد کے قبائل سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ اور قرآن کی بیان کردہ خبر سچی ثابت ہوئی۔

۵۔ الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِىْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِىْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۗ

(سورۃ الروم پ ۲۱ رکوع ۱)

ترجمہ۔ مغلوب ہوگئے ہیں رومی پاس والے ملک میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔

ایران اور روم میں باہمی چپقلش رہتی تھی۔ مسلمان روم سے بوجہ اہل کتاب ہونے کے قدرے محبت رکھتے تھے۔ اور مشرکین مکہ ایرانیوں کو محبوب رکھتے تھے۔ کہ وہ بھی مشرکین مکہ کی طرح کوئی آسمانی صحیفہ نہیں رکھتے تھے۔ دونو ملکوں میں جنگ ہوئی تو ایران کو فتح ہوئی اور روم کو شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا جس سے مشرکین مکہ خوش ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ بس اب ہم بھی مسلمانوں کو شکست ہی دیں گے اسی دوران میں قرآن نے اعلان کیا "بِضْعِ سِنِيْنَ" (چند سالوں میں) رومی فتحمند ہوں گے۔ مشرکین نے حضرت صدیق اکبرؓ سے شرط باندھی (اس وقت اس قسم کی شرط کی ممانعت نہیں ہوئی تھی) کہ اگر روم کو فتح ہوئی۔ تو ہم سو اونٹ دیں گے ورنہ تجھے سو اونٹ دینے پڑیں گے۔ صدیق اکبرؓ کلام الٰہی پر یقین کرتے ہوئے شرط سے ذرا برابر بھی نہ ہچکچائے۔ البتہ اوّلاً "بِضْعِ سِنِيْنَ" سے مراد تین سال پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر نو سال تک کی شرط مقرر ہوئی؛ خدا کی شان عین اس وقت جب کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کو عظیم فتح نصیب ہوئی۔ اور کفار کو ذلیل ہونا پڑا۔ یہ خبر بھی آپہنچی۔ کہ روم نے ایرانیوں پر فتح حاصل کرلی ہے۔ جس سے مسلمان اور زیادہ خوش ہوئے۔ اور مشرکین مکہ کو مزید خجالت اٹھانی پڑی۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ کو حسب شرط سو اونٹ ملے۔ اور انہوں نے حسب ارشاد نبوی صدقہ کر دیئے۔ غرضیکہ قرآن نے روم کے فتح کی جو خبر دی وہ پوری ہوکر رہی۔

۶۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۙ
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۙ

ترجمہ کیا کہتے ہیں (مشرکین مکہ) ہم سب کا مجمع ہے بدلہ لینے والا۔ اب شکست کھائیگا مجمع اور بھاگیں پیٹھ پھیر کر

مشرکین مکہ کو ناز تھا۔ کہ ہم سب کا اتفاق ہے۔ مسلمانوں سے خوب بدلہ لیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ یہی پیٹھ دے کر بھاگیں گے۔ اور ان کے پورے مجمع کو شکست فاش ہوگی۔ چنانچہ جنگ بدر میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ کفار مکہ باوجود کثرت اور کثرت سازو سامان رکھنے کے بھی تہ تیغ اور ناتواں مسلمانوں سے قتل اور گرفتار ہوئے اور جو بچے وہ بھاگ نکلے۔ غرضیکہ حسب ارشاد قرآن پاک کفار کو خوب شکست ہوئی۔ اور قرآن نے جو بات کہی وہ سچی ہوئی

۷۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۙ

ترجمہ۔ ہم نے آپ پر اتاری ہے یہ نصیحت (قرآن) اور ہم خود اس کے نگہبان اور محافظ ہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں ارشاد ہوا۔ کہ قرآن کے نگہبان اور محافظ ہم خود ہی ہیں۔ غور فرمایئے۔ آج چودہ سو سال ہورہے ہیں۔ مگر حسب اعلان قرآن کی حفاظت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ کسی سورت میں تغیر نہیں اور نہ ہی کسی آیت میں کم و بیشی ہوئی۔ اور نہ کسی کا تغیر و تبدل ہوا۔ کیا خوب حفاظت ہوئی۔ حرکات و سکنات کی حفاظت بھی ہو رہی ہے۔ غرضیکہ قرآن کی کہی ہوئی بات سچی نکلی کہ آج تک قرآن میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوسکا۔ اور نہ ہی قیامت تک کسی کو اس میں کسی قسم کی کمی و بیشی کرنے کی مجال ہو سکتی ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ۔ کہدے کہ اگر ہے تمہارے واسطے آخرت کا گھر اللہ کے ہاں تنہا سوا اور لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو۔

اگر تم سچ کہتے ہو۔ اور ہرگز آرزو نہ کریں گے۔ موت کی کبھی بسبب ان گناہوں کے کہ بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو۔

یہود اپنے کو جنت کا ٹھیکیدار سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ جنت تو ہمارے ہی لئے ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں یہود کو تحدّی کی گئی۔ کہ اگر واقعی تم ہی جنت کے مستحق ہو تو کیوں نہیں تم موت کی تمنا کرتے۔ کیونکہ جنت تک پہنچنے کی صرف موت ہی کی دیوار آڑ ہے۔ اور ساتھ ہی قرآن نے اعلان فرمایا۔ کہ وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ کیونکہ انہیں اپنے کرتوت سوجھتے ہیں۔ دیکھئے یہود اگر موت کی آرزو کرتے تو شب و روز یہ پروپیگنڈہ کرتے کہ ہم نے موت کی تمنا کی ہے اور حضور کو جھوٹا ثابت کرنے میں کسر اٹھا نہ رکھتے۔ مگر یہ قرآن کی صداقت کی دلیل ہے۔ کہ چیلنج کے باوجود یہود موت کا نام لینے سے بھی گھبراتے تھے۔ حدیث میں ہے۔ اگر یہود حسب اعلان کلام الٰہی موت کی آرزو کرتے تو اسی وقت فناہ ہو جاتے۔

۹۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
(پ۱ رکوع ۳)

ترجمہ۔ اور اگر تم شک میں ہو۔ اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندہ (نبی) صلی اللہ علیہ وسلم پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس جیسی اور بلاؤ اس کو جو تمہارا مددگار ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

مشرکین مکہ اور کفار عرب بار بار یہی کہا کرتے تھے۔ کہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے۔ سو آیتہ بالا میں ان معاندین کو چیلنج دیا گیا۔ کہ اگر یہ کلام حضور کا اپنا ہے۔ تو تم باوجود فصحاء اور بلغاٗ ہونے کے ان جیسا کلام بنانے میں کیوں ہچکچاتے ہو۔ معاملہ یہیں تک بس نہیں۔ بلکہ قرآن نے صاف اعلان کیا۔ کہ وَلَنْ تَفْعَلُوْا یعنی تم کبھی بھی قرآن جیسی ایک سورت بنا کر نہیں لا سکو گے۔ اگرچہ دنیا کے تمام فصحاٗ جمع ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ سو تاریخ شاہد ہے۔ کہ قرآن کی یہ بات بالکل سچی نکلی اور آج تک قرآن جیسی ایک سورۃ بھی بنا کر پیش کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوسکی

۱۰ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ تمہیں بچائے رکھے گا۔ لوگوں سے۔

کون نہیں جانتا کہ کفار مکہ نے حضور کو تکالیف اور اذیتیں دینے میں کیسے کیسے حربے استعمال میں لائے تھے۔ اور شب و روز ان کے یہی مشورے ہوتے تھے۔ کہ حضور سرکار مدینہ کو کیسے ختم کیا جائے۔ اور جاسوس کئی ایک بہانوں سے مدینہ منورہ بھی پہنچے لیکن اعلان خداوندی ہو چکا تھا کہ کوئی بھی آنچ نہ پہنچا سکے گا سو سب دشمن خائب اور خاسر ہو کر رہ گئے۔ پھر معاملہ زندگی تک بس نہیں۔ بلکہ رحلت مقدسہ کے بعد بھی کون نہیں جانتا کہ دشمنوں نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ نورالدین زنگی کے زمانہ میں جو واقعہ پیش آیا وہ تواتر کی حد تک مشہور ہو چکا ہے۔ کہ دشمنوں نے روضۂ اطہر میں سرنگ لگا کر اذیت دینا چاہی۔ مگر نور دین زنگی کے ہاتھوں جو حشر ہوا وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ فصدق اللہ ربنا و رب العلمین وبلغ رسولنا الامی وخاتم النبیین والحمد للہ رب العالمین

ابوعبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

# اولیاءُ اللہ کے فضائل و کرامات

(۱)

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ○ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ پ ۱۱ ع ۱۲

(ترجمہ) یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ اُن پر ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جو لوگ کہ ایمان لائے اور ڈرتے رہے اُن کے لئے دنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔

## تفسیر اوّل

ابنِ کثیر نے روایات حدیثیہ کی بنار پر اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اولیاء اللہ یعنی خدا کے دوستوں کو آخرت میں اَہوالِ محشر کا کوئی خوف نہیں ہوگا۔ اور نہ دنیا کے چھوٹ جانے پر غمگین ہوں گے۔

بعض مفسّرین نے آیت کو کچھ عام رکھا ہے یعنی اُن پر اندیشہ ناک حوادث کا وقوع نہ دنیا میں ہوگا نہ آخرت میں۔ اور نہ کسی مطلوب کے فوت ہونے پر وہ غمگین ہوتے ہیں۔ گویا خوف سے خوفِ حق یا غم سے غمِ آخرت کی نفی مراد نہیں بلکہ دنیا میں دنیوی خوف و غم کی نفی مراد ہے جس کا احتمال دشمنوں کی مخالفت وغیرہ سے ہو سکتا ہے۔ وہ مومنین کاملین کو نہیں ہوتا۔ ہر وقت اُن کا اعتماد اللہ پر ہوتا ہے اور تمام واقعات تکوینیہ کے خالی از حکمت نہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اس اعتماد و اعتقاد کے ذہن میں ہونے کی وجہ سے انہیں خوف و غم نہیں ستاتا۔

میرے نزدیک لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ کا یہ مطلب لیا جائے کہ اولیاء اللہ پر کوئی خوفناک چیز (ہلاکت یا زیادہ نقصان والی) دنیا و آخرت میں واقعہ ہونے والی نہیں۔ فرض کیجئے اگر دنیا میں کوئی نقصان صورۃً (ظاہری طور پر) پیش بھی آئے تو چونکہ نتیجۃً وہ ان کے حق میں نفع عظیم کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے اس کو زیادہ نقصان نہیں کہا جا سکتا۔ باقی رہا کہ کسی سبب دنیوی یا اُخروی کی وجہ سے ان کو کسی وقت خوف لاحق ہوتا ہے وہ آیت کی اس تقریر کے منافی نہیں ہوگا کیونکہ آیت نے صرف یہ خبر دی ہے کہ ان پر کوئی خوفناک چیز نہ پڑے گی۔ یہ نہیں کہ انہیں کسی وقت خوف لاحق نہیں ہوگا۔ یہاں پر لَا یَحْزَنُوْنَ کا تعلق شاید مستقبل سے ہے۔ موت کے وقت اور موت کے بعد غمگین نہ ہوں گے جیسا کہ فرمایا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (پ ۲۴ ع ۱۸)

## ولی کی تعریف

مومن متّقی خدا کا ولی ہوتا ہے۔ ایمان و تقویٰ کے بہت سے مدارج ہیں۔ پس جس درجہ کا ایمان و تقویٰ کسی میں موجود ہوگا اُسی درجہ میں ولایت کا ایک حصہ اس کے لئے ثابت ہوگا۔ پھر جس طرح مثلاً دس بیس روپیہ بھی مال ہے اور پچاس، سَو، ہزار، دو ہزار، لاکھ دو لاکھ روپیہ بھی۔ لیکن عُرف عام میں دس بیس روپے کے مالک کو مالدار نہیں کہا جاتا جب تک کافی زیادہ مقدار مال و دولت کی موجود نہ ہو۔ اسی طرح سمجھ لیجئے کہ ایمان و تقویٰ کسی مرتبہ میں ہو وہ ولایت کا شعبہ ہے اور اس حیثیت سے سب مومنین فی الجملہ ولی کہلائے جا سکتے ہیں۔ لیکن عُرف میں ولی اُسی کو کہا جاتا ہے جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ ایمان و تقویٰ کا پایا جاتا ہو۔ احادیث میں کچھ علامات و آثار اس ولایت کے ذکر کئے گئے ہیں۔ مثلاً اُن کو دیکھنے سے خدا یاد آنے لگے یا مخلوق خدا سے اُن کو بے لوث محبت ہو۔ عارفین نے اپنے اپنے مذاق کے موافق ولی کی تعریفیں کی ہیں۔

اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں کئی طرح کی بشارتیں ہیں۔ مثلاً (۱) حق تعالےٰ نے انبیار کی زبانی جو لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وغیرہ کی بشارت دی ہے (۲) یا فرشتے موت کے قریب اُن کو کہتے ہیں اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (پ ۲۴ ع ۱۸)

(ترجمہ) اور خوشخبری سنو اُس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا

(۳) یا کثرت سے سچّے اور مبارک خواب انہیں نظر آتے ہیں (۴) یا ان کی نسبت دوسرے بندگانِ خدا کو دکھائی دیتے ہیں جو حدیث صحیح کے موافق نبوت کے چھیالیس اجزار میں سے ایک جزو ہے (۵) یا اُن کے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص قسم کی تائید و امداد ہوتی ہے (۶) یا خواص میں اور کبھی خواص سے گذر کر عوام میں بھی اُن کو مقبولیّت حاصل ہوتی ہے اور لوگ ان کی مدح و ثنار اور ذکر خیر کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں دنیاوی بشارات کے تحت میں درجہ بدرجہ آ سکتی ہیں۔ مگر اکثر روایات میں لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کی تفسیر رویائے صالحہ سے کی گئی ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ رہی بشارت اُخروی وہ خود قرآن میں منصوص ہے۔ بُشْرٰىکُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ (پ ۲۷ ع ۱۸)

(ترجمہ) تم کو آج کے دن خوشخبری ہے۔ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

اور حدیث میں بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

(شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی)

## تفسیر دوم

علمِ اشتقاق میں یہ بات لیم شدہ ہے کہ و، ل، ی مادّہ قرب کے معنی میں ہے ر ولی کی جمع اولیاء آتی ہے ی معنی سے ولی قریب کو کہتے ں۔ آدمیوں میں بھی اہلِ قرابت و ولی کہتے ہیں۔ بولتے ہیں یہ س کا ولی ہے۔ ولی اللہ بمعنی للہ کا قریب۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی سی سے نہ رشتہ کی قرابت ہے جسمانی۔ کیونکہ وہ جسم بلکہ مکان ے بھی پاک ہے۔ پس اس کی ابت تو روحانی ہے۔ خدا تعالیٰ نے مایا ہے۔ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۵ پ ۲۴ ع ۱۶ ترجمہ) اور ہم نے نجات دی ان و جو ایمان اور تقویٰ کے زیور ے آراستہ ہیں یعنی جن کی قوت ظریّہ اور عملیّہ مکمل ہے۔ اس حاظ سے ہر مومن بندہ کو ولی اللہ ہا جا سکتا ہے۔ اور کبھی اس پر یک اور قید بڑھائی جاتی ہے وہ یہ کہ اس کی روح پر اس کے قرّب اور اس کے ذکر و فکر سے یک خاص نورانیّت ہوتی ہے پھر س کے مراتب بے شمار ہیں۔ یہاں تک کہ جب اس کے دل اور روح پر اس کی محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ و اس کو محویت کا ایسا مرتبہ حاصل ہوتا ہے کہ جس میں فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہو جاتا ہے گو خواہ یہ کسی مرتبہ میں پہنچے۔ اور کوئی حالت کشف و کرامات و ظہور خرقِ عادات اس پر طاری ہو یہ بندگی کے حلقہ سے باہر نہیں ہوتا نہ تقویٰ کا لباس اس کے تن سے جدا ہوتا ہے۔ پھر وہ جو آج کل بے نماز۔ شراب خور۔ بھنگ نوش مُلحِد صوفیائے کرام کے بہروپ میں دنیا کو ٹھگتے پھرتے ہیں اور خدائی اختیارات کے مدعی ہوتے ہیں۔ کہیں بیٹے بانٹتے پھرتے ہیں کہیں جاہ و اقبال، عمر و دولت دیتے ہیں۔ کسی سے لیتے ہیں۔ اور پھر سینکڑوں ڈھلمل یقین ان کے مرید ہو کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔ اور ہزاروں افسانے اُن کے مشہور کرتے ہیں۔ محض ایک شیطانی جال ہے ؎

کارِ شیطاں مے کند نامش ولی
گر ولی ایں است لعنت بر ولی

اولیاء اللہ کے لئے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ فرماتا ہے کہ بعد مُردن نہ ان کو کسی آنے والی مصیبت کا خوف ہوگا۔ نہ کسی گذشتہ بات پر غم ہوگا اور نیز استغراق اور قربِ الٰہی کی وجہ سے ان کے دل ایسے ہو جاتے ہیں کہ جن میں خوف و حُزن کے لئے جگہ ہی باقی نہیں رہتی۔ کیسی ہی مصائب پیش آئیں اور کتنی ہی سختیاں آ جائیں محوِ تماشائے جمال باکمال ہیں۔

قرونِ ثلاثہ کے بعد حضرت محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمت اللہ علیہم و غیرہم بہت سے اس امت میں گذرے ہیں جو کہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے خرقِ عادات و کرامات میں قریب قریب تھے۔ اور ہمیشہ کم و زیادہ ایسے ہوتے رہیں گے۔ یہ بھی آنحضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک فیض جاری ہے۔ منکر کی آنکھیں نہ ہوں تو کوئی کیا کرے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ اس میں چند قول ہیں (۱) بشریٰ سے مراد وہ جنت کی خوش خبری ہے جو ان کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب اور انبیاء علیہم السلام کی معرفت دی ہے۔ (۲) یہ کہ موت کے وقت ان کو ایک خوشی اور فرحت حاصل ہوگی کہ آج قفس تاریک سے طائرِ روح باغِ خلد میں جاتا ہے آج محبوب حقیقی اپنے پاس بلاتا ہے (۳) یہ کہ خلقِ خدا خصوصاً ایمان داروں کے دلوں میں اُن کی محبت اور ذکرِ خیر اور عزت و عظمت پیدا کی جاتی ہے کیونکہ جو محبوب حقیقی کے قریب ہو جاتا ہے۔ اُس پر بھی اسی محبوبیّت کا اثر ڈالا جاتا ہے اس لئے آپ دیکھیے کہ حضرت محبوب سبحانی وغیرہ اولیاء اللہ کی محبت و عظمت امّت کے دل میں کیسی پھیلائی گئی ہے۔ سینکڑوں اس حرص میں مر گئے ہونگے مگر یہ مرتبہ بجز محبوبانِ خدا کسی کو نصیب ہوتا ہے؟

(تفسیر حقانی)

## کرامت کسے کہتے ہیں

جو چیز کہ خرقِ عادت کے طور پر اللہ ربّ العزّت کے نیک اور مخلص بندوں میں سے کسی کے ہاتھ پر ظاہر ہو وہ کرامت ہے۔ اور اگر کسی فاسق و فاجر اور مُلحِد کے ہاتھوں پر اس کام کا اظہار ہو جائے تو یہ استدراج ہے۔ چنانچہ جس طرح کرامت اعمالِ صالحہ کا نتیجہ ہوتی ہے اور صلحاء کی تکریم و تشریف کے لئے ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح استدراج اعمالِ سیئہ کا نتیجہ ہے اور فاسق و فاجر کے ہاتھ پر خوارق کا ظہور من جانب اللہ ایک فتنہ اور ابتلائے عظیم ہوتا ہے۔

ولایت کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ پر کوئی کرامت بھی صادر ہوا کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو شخص میرے کسی دوست کو دشمن رکھتا ہے میں اس کو اعلانِ جنگ سناتا ہوں۔ اور جو طریقہ میرے بندہ کے واسطے میری قربت حاصل کرنے کا مجھ کو محبوب ہے وہ فرائض ہیں جو میں نے اس پر فرض کر دئے ہیں اور بندہ مجھ سے بذریعہ نوافل بھی قربت حاصل کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مجھ کو اسی وجہ سے محبوب ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ مجھ کو محبوب ہو جاتا ہے تو میں اس کے وہ کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور عطا کرتا ہوں

اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔ میں اس کے واسطے کسی بات کے کرنے میں تردّد نہیں کرتا سوائے اس امر کے کہ وہ موت کو مکروہ سمجھتا ہے۔ باوجودیکہ مجھ کو اس کی تکلیف ناپسند ہے۔ لیکن اس موت سے کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔
(مشکوٰۃ باب ذکر اللہ)

## توجّہ اتحادی کا اثر

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرّہٗ سے منقول ہے کہ ایک روز آپ کے مکان پر کئی مہمان آ گئے۔ اور اس روز آپ کے یہاں کھانے کی قسم سے کچھ موجود نہ تھا۔ اس واسطے اُن کو کمال تشویش ہوئی۔ اور مہمانوں کے واسطے کھانے کی تلاش کرنے لگے۔ اتفاقاً ایک نانبائی کی دوکان آپ کے مکان کے متصل تھی۔ اس نے اس بات کی خبر پا کر مرغن روٹیوں سے بھرا ہوا ایک خوان آپ کے سامنے لا کر حاضر کیا جس کو دیکھ کر آپ نہایت خوش ہوئے۔ فرمایا "مانگ کیا مانگتا ہے"۔ اُس نے کہا کہ مجھے اپنا سا کر دیجئے۔ فرمایا کہ تو اس حالت کا تحمّل نہیں کر سکے گا۔ کچھ اور مانگ۔ وہ اسی بات کا سوال کئے جاتا تھا۔ اور خواجہ انکار کرتے تھے جب وہ بہت ہی عاجزی کرنے لگا تو مجبور ہو کر اس کو اپنے حجرہ میں لے گئے اور تاثیر اتحادی اُس پر کی۔ جب حجرہ سے باہر نکلے تو خواجہ میں اور اس نانبائی کی شکل میں کچھ فرق باقی نہ رہا تھا لوگوں کو پہچاننا مشکل ہو گیا لیکن یہ بات تھی کہ خواجہ ہوشیار تھے اور وہ نانبائی بے ہوش اور پریشان، القصّہ اُس نانبائی نے تین روز کے بعد سُکر اور بے ہوشی میں وفات پائی۔

ولی کی پہلی علامت یہ ہے کہ دنیا سے بیزار اور مشغول بہ کردگار ایسا ہوتا ہے کہ ماسوائے محبت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس کے دل میں اصل محبت کسی کی باقی نہیں رہتی۔ اور اگر رہتی ہے تو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہوتی ہے۔

دوسری علامت یہ ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ھُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ یعنی اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جن کے دیکھنے سے خدا یاد آ جائے۔ خواہ چشمِ ظاہر سے دیکھے خواہ چشمِ باطن سے۔

ولی دو تاثیر سے موصوف ہوتا ہے یعنی لازمی اور متعدّی سے۔

تاثیر لازمی سے ولی بذاتِ خود متاثّر ہوتا ہے مگر دوسرے پر تاثیر نہیں کر سکتا اور دوسری یہ کہ جب تاثیر لازمی کا غلبہ تمام و کمال ہوتا ہے تو ہمنشینوں پر پڑتی ہے مگر وہ تاثیر ہمنشینی کے وقت تک رہتی ہے اِلّا غیر حاضری میں کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند بہ حضور اولیاء
یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

علمائے محققین نے لکھا ہے کہ جو کرامت اولیاء کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ نبوّت کی دلیل ہیں۔ اور اگر دلیل میں نقص ہو تو مدلول میں ظاہرہ طور پہ نقص لازم آتا ہے۔ نعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا۔

**بیعت**۔ علمائے محققین کے نزدیک مسنون ہے واجب نہیں۔ لیکن ایسی سنت ہے کہ جس کے سبب سے بندہ مقبولِ الٰہی ہو جاتا ہے اور کوئی ولی اس سنت کے ادا کئے بغیر ولی نہیں ہوا اور اگر کوئی ہوا بھی تو شاذ و نادر ہے۔

کوئی زمانہ ولی سے خالی نہیں ہوتا۔ حضرات اولیاء اللہ نے لکھا ہے کہ ستّر ہزار ولی رُوئے زمین پہ ہر زمانہ اور ہر ساعت میں موجود رہتے ہیں۔ ولی معصوم نہیں ہوتا۔ ولی کا قصد بالجزم حسنات پر ہوتا ہے اور ولی گناہ کبیرہ سے بچتا ہے اور صغیرہ گناہ پر وہ مُصر نہیں ہوتا۔ اور باوجود اس مزید احتیاط کے اگر ولی سے کوئی گناہ بہ سبب بشریّت صادر ہو جائے تو وہ گناہ ولی کی ولایت کا منافی نہیں۔ گناہ تقدیری کو اللہ تعالیٰ بہ سبب کثرتِ توبہ اور ذکر و اعمالِ حسنہ کے اُن حضرات سے دور کر دیتا ہے۔

سبحان اللہ، ذاکروں کا کیا مرتبہ ہے کہ ان کی بدیاں نیکیوں سے بدلی جاتی ہیں۔

بعض بے وقوف لوگ ولایت کی یہ شرط بیان کرتے ہیں کہ ولی وہ شخص ہے جو جس کو چاہے ایک دم اور ایک آن میں اپنا ہم رنگ اور معتقد کر لے حتیٰ کہ وہ جانی دشمن ہو نعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا اگر کوئی نبی یا ولی اس شرط سے مشروط ہوتا تو کوئی کافر زمین پر باقی نہ رہتا۔ یہ عقیدہ قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (پ ع ۹) (ترجمہ) آپ ہدایت نہیں کر سکتے جس کو چاہیں۔ لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ مشیّتِ ایزدی کے خلاف کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔ مگر صراطِ مستقیم کی دعوت دینا ہر مسلمان کا کام ہے۔

جس شخص نے حضراتِ اولیاء کو مؤثّرِ حقیقی جانا وہ گمراہ اور ضالّ ہے۔

جس درویش کے قول و فعل کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کے مطابق ہوں تو اس کے قول و فعل کو قبول کرنا چاہئے۔ ورنہ نہیں۔ جس بات کو شریعت رد کرے وہ بات بے دینی ہے۔

جس شخص کو مذکورہ صفات پاؤ اُس کو صالح اور ولی تصوّر کرو اور جس کو ان صفتوں سے خالی پاؤ اس کو کذّاب اور بیہودہ جانو

باقی آئندہ

(بقیہ صفحہ ۳ سے آگے)

کے مقابلہ کے لئے مقدور بھر قوت و طاقت کی تیاری کرو)

لیکن اگر آدمیوں اور اسلحہ کی کمی پوری نہ ہوسکے۔ تو اس کی تلافی موت کے شوق سے پوری ہوسکتی ہے قرآن پاک نے مسلمانوں پر میدان جنگ سے بھاگ جانے کو حرام قرار دیا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں مرنے پر جنت کا وعدہ فرما کر شہیدوں کو زندہ کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ ہزاروں لڑائیوں میں اہل اسلام کی کمی تعداد اور کمی اسلحہ کی تلافی اسی سے ہوئی ہے کہ انہوں نے موت کی پروا نہیں کی۔

آج جب کہ ہم اسلحہ کی دوڑ میں دوسرے ممالک سے پیچھے ہیں۔ تو ہم اس کمی کو کیوں شوق شہادت اور مذہبی برتری سے پورا نہ کریں؟ یہی تو ہماری امتیازی شان ہے۔ اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے۔ کہ ہمارے ارباب اقتدار تمام غیر اسلامی دستور و قانون کو ختم اور تمام منکرات کو بند کرکے عبادات و اقتصادیات کے نظام پر ساری توجہ مبذول کردیں۔ جس کی طرف قرآن میں صلوٰۃ و زکوٰۃ کے الفاظ سے اشارہ نکل سکتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرتے ہوئے اسلامی حکومت کا پروگرام بتاتے ہیں۔ کہ اگر ہم ان کو زمین کی حکومت عطا کردیں۔ تو یہ نمازیں قائم کریں گے۔ زکوٰتیں دیں گے۔ اور نیک احکام جاری اور برائیاں بند کردیں گے یہ آیت بتاتی ہے۔ کہ عبادات اور اقتصادیات کا صحیح نظام قائم کرنا اور فواحش و منکرات کی بندش اور نیکی کے کاموں کا اجراء اسلامی حکومت کا پہلا کام ہے۔ یہی پروگرام ہے۔ اور یہی ہماری کامیابی کی ضمانت:

ہماری دعا ہے

کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے ارباب اقتدار کو اس کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

## حنظلہ بن ابی عامرؓ کو فرشتوں کا غسل دینا

حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ نے جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی سلول کے ساتھ نکاح کیا۔ اور آپ کی شب زفاف وہ شب تھی کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ آپؐ نے اُن سے فرمایا کہ رات کو جمیلہ کے پاس رہیں۔ جب انہوں نے صبح کی نماز ادا کرکے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں۔ تو جمیلہ نے اُن کا دامن پکڑ لیا۔ اور خلوت میں جانے کی خواہش کی۔ اور کچھ دیر پہلے یہ ایک شخص کو اپنے خاندان کے چار آدمیوں کو بلانے کے لئے بھیج چکی تھیں اور وہ اس وقت آچکے تھے (جن کی موجودگی میں) خلوت ہوئی۔ اور حنظلہ کو غسل کی ضرورت واقع ہوگئی۔ لیکن اس اندیشہ کی بناء پر کہ ایسا نہ ہو کہ قتال کی شرکت سے رہ جائیں۔ بغیر غسل کئے ہوئے ہتھیار لگا کر روانہ ہوگئے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں سیدھی کررہے تھے۔ یہ احد میں پہنچ گئے۔ جنگ شروع ہونے پر انہوں نے زبردست قتال کیا۔ یہاں تک کہ بعض مسلمانوں کی ہزیمت کے بعد یہ ابوسفیان بن حرب پر (جو اس جنگ میں قریش کے قائدین میں سے تھے) حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے ایک سخت ضرب ابوسفیان کے گھوڑے پر لگائی۔ جس سے وہ گھوڑے سے نیچے گرا اور یہ اس کو ہلاک کرنے کے لئے سینہ پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے شور مچایا کہ اے قریشیو! میں سفیان بن حرب ہوں۔ میری مدد کے لئے جلد آؤ۔ اس لئے زیادہ لوگوں کے آجانے کی وجہ سے انہیں قتل کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ اس کے بعد حنظلہ نے کافروں میں بہت سے لوگوں کو جہنم رسید کیا۔ اور خود بھی شہید ہوگئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے ساتھ قتال بند ہو جانے کے بعد دامن کوہ کی طرف دیکھا۔ تو فرمایا کہ دیکھو، وہاں کون ہے۔ کیونکہ میں فرشتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ وہ چاندی کے برتن لے کر آئے۔ اور اس کو آبِ باراں یعنی صاف شفاف پانی سے غسل دے رہے ہیں ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ کہ ہم نے دیکھا کہ وہ حنظلہ تھے۔ اور ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ تو آپ نے ایک شخص کو جمیلہ کے پاس بھیجا۔ اور اس سے حال دریافت کیا۔ جمیلہ نے کہا کہ باہر نکلنے کے وقت اُن کو غسل کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد جمیلہ کے خاندان کے لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ شوہر کے ساتھ خلوت میں جانے کے وقت تو نے ہمیں کیوں بلایا تھا۔ ہم کو گواہ بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی تو اس نے کہا کہ اس رات میں میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان میں ایک دروازہ کھلا۔ اور حنظلہ اس میں داخل ہوگیا میں سمجھ گئی۔ کہ وہ شہید ہونے والے ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اپنے پاس آنے پر میں کچھ لوگوں کو گواہ بنالوں تاکہ حمل رہ جانے کی صورت میں کسی کو دوسرا شبہ پیدا نہ ہوسکے۔ چونکہ فرشتوں نے ان کو غسل دیا تھا اس لئے اُن کا خطاب "غسیل ملائکہ" ہوگیا)

بچوں کا صفحہ

# حضرت آدم علیہ السّلام

(مولانا محمد شفیع ایم - اے)

پیارے بچو! تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام رسولوں اور نبیوںؑ کے ذریعہ بھیجتا ہے - اور جب سے انسان پیدا ہؤا ہے - اُسی وقت سے پیغمبروں کا سلسلہ بھی شروع ہے - سب سے پہلے پیغمبر اور نبی جو دنیا میں تشریف لاتے وہ حضرت آدمؑ تھے اور یہی در اصل سارے انسانوں کے باپ بھی ہیں - کیونکہ نسلِ انسانی انہی سے چلی ہے۔

حضرت آدم دنیا میں سب سے پہلے انسان ہیں - جن کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا - پھر اُن کے بدن میں رُوح پھونکی اور پھر انہیں میں سے حضرت حوّاؑ کو پیدا کیا - پھر اُن سے فرمایا کہ تم بہشت میں رہو - جو چاہو کھاؤ پیو - مگر فلاں درخت کے پاس نہ جانا - اگر تم نے اُس کا پھل کھا لیا تو تمہیں بہشت سے باہر نکال دیا جائے گا - شیطان نے حضرت حوّا کو پھسلایا اور اُس درخت کا پھل کھانے پر مجبور کر دیا جب انہوں نے کھا لیا تو انہوں نے حضرت آدم کو بھی کھلا دیا - کھانے کے بعد بہت پچھتائے کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر بیٹھے - چنانچہ اُن کے لباس اُتار لیے گئے اور انہیں زمین میں آباد کر دیا گیا - پہلے تو اکیلے اکیلے پھرتے رہے - کہتے ہیں کہ پھر تین سو سال کے بعد آپس میں ملاقات ہوئی -

پھر اللہ تعالیٰ نے گناہ معاف کر دیا - اور نسلِ انسانی کا آغاز ہو گیا - حضرت آدمؑ کی اولاد بہت زیادہ تھی - چنانچہ اُن کو اللہ کے پیغام بھی پہنچائے اور خانۂ کعبہ کی تعمیر بھی کی کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے - اور یہی کعبہ بعد میں مسلمانوں کا قبلہ ہؤا - آپ اپنی اولاد کو نیکی کی راہ دکھاتے - اور ہدایت کرتے رہے - حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ سے جا ملے - اُن کے بعد اُن کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام پیغمبر ہوتے -

## حضرت نوحؑ

حضرت آدمؑ کے بعد اُن کی اولاد نے خدا کے سارے احکام چھوڑ دیئے ان کی ہدایت کے لیے حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوتے انہوں نے نو سو سال تک تبلیغ کی - لیکن ان کی قوم راہِ راست پر نہ آئی - بلکہ انہوں نے حضرت نوحؑ کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں اور اُن کے وعظ و نصیحت کا مذاق اُڑایا - بالآخر مایوس ہو کر حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے اُن کی تباہی کی دعا مانگی چنانچہ ان پر طوفان باد و باراں کا عذاب نازل کیا گیا جو چالیس دن تک جاری رہا - تمام قوم تباہ ہو گئی صرف وہی لوگ بچے جو ایمان لا کر حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے تھے

## اعجازِ پیمبر

(جناب نثار صاحب الہ آبادی)

دل ہؤا خوش خانہ کعبہ کا منظر دیکھ کر
مَیں ہؤا خوش اوج پر اپنا مقدر دیکھکر

مصحفِ رُخ کی زیارت ہو گئی مجھکو نصیب
مصحفِ قرآں کی آیاتِ اطہر دیکھکر

جنبشِ انگشت سے جب ماہ دو ٹکڑے ہؤا
کفر تھا حیران اعجازِ پیمبر دیکھکر

مل نہیں سکتی کوئی تمثیل اس کے حسن کی
جس پہ شیدا ہو گیا خود ربِ اکبر دیکھکر

ہے یقیں کہ روزِ محشر صدقۂ محبوب میں
بخش دے گا ہم گنہگاروں کو داور دیکھکر

آئے گا اک جوش میں دریائے رحمت اے نثار
اُمتِ احمدؐ کی چشمِ تر کو مضطر دیکھکر

رجسٹرڈ نمبر ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بحکم زیر چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C.-۲۷۳۰-۲۳۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

## متفرق مطبوعات

گلدستہ صد احادیث نبوی مجلد جیبی سائز
قیمت ۵۰ پیسے۔ معہ محصول ڈاک ۷۵

| | | |
|---|---|---|
| مجموعہ تفاسیر مجلد | ۱۰۵۰ روپے | ۴۵ پیسے |
| ضرورت قرآن | ۱۹ پیسے | ۳۱ |
| اسماء اللہ الحسنیٰ | ۳۱ | ۴۳ |
| مقصد قرآن | ۱۹ | ۳۱ |
| استحکام پاکستان | ۱۹ | ۳۱ |
| اصلی حنفیت | ۱۲ | ۲۵ |
| بہشتی اور دوزخی کی پہچان | ۱۲ پیسے | ۲۵ |
| نجات دارین کا پروگرام | ۱۹ پیسے | ۳۱ |
| مسٹر اور علماء | | ۳۱ |

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور

## گلدستہ
## صد احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب
امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

اس گلدستہ میں سو حدیثیں اعلیٰ درجہ کی صحیح فقط بخاری شریف و مسلم شریف کی جمع کی گئی ہیں۔ کوئی حدیث شریف اصل کتاب کی ایک سطر سے زائد نہیں ہے۔ اس حدیث کے نیچے اس کا ترجمہ بھی عام فہم زبان میں درج کیا گیا ہے۔ ہر حدیث کے اختتام پر چند الفاظ میں اس کی مختصر تشریح بھی کر دی گئی ہے۔ اس کی قیمت پہلے ایڈیشن میں تو فقط ایک عہد نامہ پر دستخط تھے جس میں ان احادیث کو یاد کرنا اور ان پر عمل کرنے کا وعدہ تھا۔ اور مجلد کے لئے اور مجلد کے لئے ۲ آنے جلد کے لئے جاتے تھے۔ لیکن اب تیسرے ایڈیشن میں اس کی قیمت کاغذ کی گرانی کی وجہ ۵۰ پیسے رکھ دی گئی ہے اور محصول ڈاک ۵ پیسے کل ایک روپیہ پیشگی بھیجیں وی۔ پی ہرگز نہ ہوگا۔

پاک و ہند کے جید علمائے کرام کا مصدقہ

# قرآن عزیز
مجلد

تقطیع
۲۲×۲۹
۸

مترجم و محشی

مرتبہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ

فوائد

۱۔ ہر سورۃ کا عنوان ۔ ۳۔ ربط آیات
۲۔ ہر رکوع کے شروع میں خلاصہ اور ماخذ ۔ ۴۔ کاغذ، کتابت، طباعت معیاری

ہدیہ: مجلد پارچہ قسم اول آٹھ روپے محصول ڈاک ۷؍ قسم دوم چھ روپے محصول ڈاک ۷؍
بذریعہ منی آرڈر پیشگی

ملنے کا پتہ

ناظم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

## خلاصۃ المشکوٰۃ مترجم

جس میں اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثیں ہیں۔ اور قرآن مجید کی طرح اس پر اعراب ہیں۔ ترجمہ نہایت ہی آسان اردو میں ہے۔ عورتیں، سمجھ دار بچے اور معمولی اردو دان بھی بہ آسانی پڑھ سکتے ہیں۔

ہدیہ مجلد ۱.۵۰ روپے محصول ڈاک ۵۰ پیسے۔

ملنے کا پتہ

## ۳۲ رسالے

مختلف مضامین پر عام فہم اردو زبان میں شائع کئے گئے ہیں بفضلہ تعالیٰ اس وقت تک دس لاکھ ساٹھ ہزار ہندو پاک میں تقسیم کئے جا چکے ہیں ہر مسلمان مرد اور بچے کیلئے ان کا مطالعہ بیحد ضروری ہے نیا ایڈیشن چھپ کر آ گیا ہے کل ۳ روپے ۶۰ پیسے پیشگی بھیجیں ہدیہ مجلد سیٹ ۵۰.۲ محصول ڈاک ۱۰ روپی پی نہ ہو

ملنے کا پتہ